اصنافِ ادب

رفیع الدین ہاشمی

Scanned with CamScanner

قصیدہ

لفظ قصیدہ عربی لفظ "قصد" سے بنا ہے، اس کے لغوی معنی قصد (ارادہ) کرنے کے ہیں۔ گویا قصیدے میں شاعر کسی خاص موضوع پر اظہارِ خیال کا قصد کرتا ہے۔ اس کے دوسرے معنی مغز کے ہیں یعنی قصیدہ اپنے موضوعات و مفاہیم کے اعتبار سے دیگر اصنافِ شعر کے مقابلے میں وہی نمایاں اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے، جو انسانی جسم و اعضا میں سر یا مغز کو حاصل ہوتی ہے۔ فارسی میں قصیدے کو "چامہ" بھی کہتے ہیں۔

قصیدہ ہیئت کے اعتبار سے غزل سے ملتا ہے۔ بحر شروع سے آخر تک ایک ہی ہوتی ہے۔ پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور باقی اشعار کے آخری مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ قصیدے میں ردیف لازمی نہیں۔ قصیدے کا آغاز مطلع سے ہوتا ہے، بعض اوقات درمیان میں بھی مطلعے لائے جاتے ہیں۔ ایک قصیدے میں اشعار کی تعداد کم سے کم پانچ ہے۔ زیادہ سے زیادہ کی حد مقرر نہیں۔ اردو اور فارسی میں کئی کئی سو اشعار کے قصیدے بھی ملتے ہیں۔

ہیئت کے لحاظ سے قصیدے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تمہیدیہ:

جس میں قصیدے کے چاروں اجزا (تشبیب، مدح، گریز، دُعا) موجود ہوتے ہیں، دوسرا مدحیہ :۔ جو تشبیب اور گریز کے بغیر براہِ راست مدح سے شروع ہوتا ہے۔

قصیدہ، ظاہری ہیئت کے اعتبار سے ایک مکمّل نظم ہوتا ہے، مگر معانی و مفاہیم کے اعتبار سے عموماً چار اجزا پر مشتمل ہوتا ہے :

۱۔ تشبیب : قصیدے کا ابتدائی حصّہ تشبیب کہلاتا ہے تشبیب کے معنی ذکرِ شباب کے ہیں۔ مگر تشبیب کے لیے موضوع کی پابندی نہیں ہوتی۔ تشبیب کے اشعار عموماً عشقیہ یا بہاریہ ہوتے ہیں۔ غزل کی ابتدائی شکل تشبیب تھی جسے بعد میں الگ صنفِ سخن کی حیثیت دی گئی مگر تشبیب کو نفسِ مضمون سے زیادہ طویل نہیں ہونا چاہیئے۔

۲۔ گریز : تشبیب کے بعد جب قصیدہ نگار اصل موضوع کا ذکر کرتا ہے تو اسے گریز کہتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ تشبیب اور قصیدے کے اصل مضمون (مدح یا ذم وغیرہ) کو فنکاری سے ایک دوسرے سے ملایا جائے مثلاً شاعر تشبیب میں شکایتِ زمانہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اب ساری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی۔ کیونکہ میں نے ایسے شخص کا دامن تھام لیا ہے جو دنیا میں سخاوت و فیاضی میں اپنی مثال آپ

Scanned with CamScanner

ہے۔ پھر شاعر ممدوح کی تعریف شروع کر دیتا ہے۔ اچھی گریز تشبیب کی خوبی ہوتی ہے۔ تشبیب اور گریز میں ربط جتنا عمدہ اور فطری ہوگا قصیدہ اتنا ہی بلند پایہ سمجھا جائے گا۔

۳۔ مدح : اس حصّے میں قصیدہ گو ممدوح کے اوصاف بیان کرتا ہے، یعنی اس کی عظمت وشوکت، شرافت و نجابت، عدل و انصاف، شجاعت و بہادری، دینداری و خدا ترسی، قناعت و راست بازی اور علم دوستی وغیرہ۔ بعض اوقات ممدوح کے ساز و سامان مثلاً اس کے گھوڑے، تلوار، فوج اور ہاتھی وغیرہ کی بھی تعریف کی جاتی ہے۔

۴۔ دُعا : آخری حصّے میں ممدوح کو دُعا دی جاتی ہے، بعض اوقات شاعر اپنی اچھی یا بُری حالت ظاہر کرتا ہے۔ دُعا کے ذریعے قصیدہ گو اپنا صلہ بھی طلب کرتا ہے۔ دعا قصیدے میں نازک مقام ہے اور قصیدے کی کامیابی کا انحصار بڑی حد تک دُعا پر ہوتا ہے۔ قصیدے کے مقطع میں شاعر اپنا تخلص لاتا ہے۔

ہر قصیدے میں ان تمام اجزا کا موجود ہونا ضروری نہیں۔ بعض ایسے قصیدے بھی ملتے ہیں جن میں بغیر کسی تمہید کے مدح بیان ہوتی ہے۔
قصیدے کے لیے کوئی ایک موضوع متعین نہیں، اس میں مدح (تعریف) ذم (بُرائی) وعظ و نصیحت، اخلاق و حکمت اور حکایت و

شکایت وغیرہ کا بیان ہوتا ہے۔ دراصل عربی قصیدے کے موضوعات میں بڑی وسعت تھی عربی شعراء عشقیہ واردات، قلبی احساسات اور اپنے ماحول و مناظر کو قصیدے کا موضوع بناتے تھے۔ مگر فارسی شاعروں نے قصیدے کو خوشامد اور حصولِ انعام کے لیے بادشاہوں کی تعریف یا ناراضی اور مایوسی میں ان کی مذمّت تک محدود کر لیا۔ اُردو قصیدے کا سب سے بڑا موضوع مدح ہے۔ البتہ دیگر موضوعات پر بھی بہت سے قصیدے لکھے گئے ہیں۔

بعض لوگ ہجو کو ایک مستقل صنفِ سخن سمجھتے ہیں حالانکہ یہ قصیدے ہی کی ایک قسم ہے۔ جو نظم کسی کی مذمّت، بُرائی یا عیوب کے بیان میں لکھی جائے، وہ ہَجُو یا ہجویہ قصیدہ کہلاتی ہے۔

قصیدے کی زبان عموماً پُر شکوہ اور لہجہ بلند آہنگ ہوتا ہے۔ قصیدے کا سب سے بڑا موضوع مدح ہے لہٰذا کسی کی شان میں تعریف کے لیے الفاظ و تراکیب بھی پُر رعب اور باوقار ہونے چاہئیں، تشبیہات و استعارات اور صنائع بدائع میں جدّت طرازی، نُدرت اور مُبالغہ آمیزی ہو اور اندازِ بیان پُرزور و پُر جوش ہو تو قصیدہ زیادہ مؤثّر ہو گا۔

اچھا قصیدہ معنوی اعتبار سے بلند تخیّل اور سچّے جذبات کا حامل ہو گا۔ اس کی زبان ابتذال، فحش گوئی، تعقید اور اجنبی محاورات سے پاک ہو گی،

Scanned with CamScanner

صنائع بدائع برمحل اور برجستہ ہوں گے اور الفاظ و تراکیب میں شکوہ، وقار، شستگی اور تاثیر ہوگی۔ معیاری قصیدے کے اجزائے ترکیبی میں توازن اور تناسب ہوتا ہے۔ اس میں ناممکن الوقوع مبالغہ آرائی سے اجتناب ضروری ہے۔

اُردو شاعری میں قصیدے کی روایت فارسی سے آئی ہے اس لیے معنی و ہیئت دونوں اعتبار سے اس پر فارسی قصائد کا اثر نمایاں ہے اردو میں یوں تو ہر شاعر نے قصیدے لکھے مگر ضروری نہیں کہ ہر اچھا شاعر اچھا قصیدہ نگار ہو، چونکہ قصیدہ دیگر اصنافِ شاعری کے برعکس اپنا مخصوص اور منفرد مزاج رکھتا ہے۔ اس لیے صرف وہی شاعر قصیدے لکھنے میں کامیاب ہوئے جنھیں قصیدے کے مزاج سے فطری مناسبت تھی۔

اُردو شاعری کے دکنی دور میں یوں تو بہت سے شعرا مثلاً مشتاق، رستمی، ملک خوشنود، شاہ امین الدین اعلیٰ، نصرتی، قلی قطب شاہ، غوّاصی، افضل قادری وغیرہ قصیدے لکھے مگر ان سب میں نصرتی کو اعلیٰ درجے کا قصیدہ نگار مانا جاتا ہے۔ شمالی ہند کے شعراء میں ولی، میر، تاباں، فغاں، مصحفی اور دیگر بہت سے شعراء

Scanned with CamScanner

نے قصیدے لکھے مگر فنِ قصیدہ گوئی کے نقطۂ نظر سے سودا، انشا،
غالب، مومن اور ذوق اُردو کے بہترین قصیدہ گو مانے جاتے ہیں۔

سودا کے مزاج کو قصیدہ گوئی سے بڑی مناسبت تھی۔ وہ دربار
دار آدمی تھے۔ ان کے ممدوحین کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ان کے
قصیدے تعداد اور معیار دونوں اعتبار سے دوسرے قصیدہ گو شاعروں
سے بڑھ کر ہیں۔ ان کا ذخیرۂ الفاظ بہت وسیع ہے۔ انھوں نے مشکل
ردیفوں میں قصیدے لکھ کر اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے، اگرچہ
ان کے قصیدوں میں بعض خامیاں بھی ہیں تاہم وہ اُردو کے بہترین قصیدہ
نگار ہیں۔ ایک نقاد کا کہنا ہے کہ اگر سودا نہ ہوتے تو اردو کی قصیدہ
گوئی کو زیرِ بحث لانا فضول ہوتا۔ ڈاکٹر ضیا احمد بدایونی کے بقول قصیدہ
کو حقیقی معنوں میں قصیدہ انھوں نے ہی بنایا۔ سودا ہجو گوئی میں بھی بےمثال
قدرت رکھتے تھے۔

ذوق نے ۲۵، ۲۶ قصیدے لکھے۔ اگرچہ قصیدے میں ان کا پایہ
سودا کے برابر نہیں مگر ان کے قصیدے سلاست اور بندش کی
چستی میں منفرد ہیں۔ انھوں نے اپنے قلم کو ہجو سے آلودہ نہیں کیا۔ ان
کے قصیدوں میں مختلف علوم کی اصطلاحیں کثرت سے ملتی ہیں۔ ان
کے بیشتر قصائد بہادر شاہ ظفر کی شان میں ہیں جنھوں نے ذوق کو خاقانیٔ ہند

Scanned with CamScanner

کا لقب دیا تھا۔

غالب نے صرف چار قصیدے لکھے۔ مگر ان کا معیار بہت بلند ہے۔ وہ انفرادیت پسند شاعر تھے اس لیے انھوں نے سودا اور ذوق کے برعکس آسان زمینوں میں قصیدے لکھے۔ ان قصیدوں کی تشبیب میں بڑی ندرت ہے۔ غالب کے قصیدے عبدالسلام ندوی کے بقول "اردو شاعری کا سرمایۂ ناز ہیں"۔

مومن نے بھی متعدد قصیدے لکھے مگر دو کے سوا ان کے سب قصائد حمدیہ اور نعتیہ ہیں۔ انھوں نے صلے کی توقع کے لیے کبھی قصیدہ نہیں کہا۔ اُن کے ہاں حسنِ عقیدت اور جوشِ اخلاص کی فراوانی ہے ان کی تشبیب عموماً نادر اور دلکش ہوتی ہے انھیں متعدد علوم میں یدطولیٰ حاصل تھا اس لیے ان کے قصیدوں میں علمی الفاظ و اصطلاحات کی کثرت ہے۔ انھوں نے قصیدے کو جھوٹی خوشامد سے پاک رکھا۔ یہ ان کا بڑا کارنامہ ہے۔

بعد کے دور میں محسن کاکوروی نے عمدہ نعتیہ قصیدے لکھے۔ عزیز لکھنوی کے مذہبی قصیدے قابلِ ذکر ہیں۔ منیر شکوہ آبادی، امیر مینائی اور سحر لکھنوی وغیرہ نے بھی اچھے قصیدے لکھے۔

اُردو قصیدے پر مجموعی نظر ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ قصیدے کو

Scanned with CamScanner

امراء و سلاطین کے سبب عروج حاصل ہوا۔ شعراء ان کی جھوٹی خوشامد اور تعریف کرتے اور انعام پاتے۔ اس طرح جھوٹی شاعری کو فروغ ہوا جس کی بنیاد مضحکہ خیز مبالغہ آرائی پر تھی۔ بیشتر قصیدہ نگار اپنی ذاتی کمزوریوں کی بنا پر اسلامی غیرت اور خودداری کو برقرار نہ رکھ سکے۔ غالب جیسا خود پسند شاعر جب بہادر شاہ ظفر کو "میزبانِ قیصر و جم" اور "اوستادِ رستم و سام" کہتا ہے تو تعجب ہوتا ہے۔ اردو قصیدہ گوؤں سے تو وہ عرب شاعر اچھا تھا جس سے کسی عرب رئیس نے اپنی شان میں قصیدے کی فرمائش کی تو جواب ملا: اِفْعَلْ حَتّٰی اَقُوْلُ — تم کچھ کر کے دکھاؤ تو میں کہوں۔ یہ شاعر دورِ جاہلیت سے تعلق رکھتا تھا، مگر ہمارے شعراء ماشاء اللہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی خوشامد اور جھوٹ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں مصروف رہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے کسی کی جھوٹی تعریف کی اس کے منہ میں خاک —
بہر حال اردو قصیدہ نگاروں نے فنی اور شعری جوہر دکھائے مگر بیشتر قصائد اردو شاعری کے لیے باعثِ فخر نہیں۔ ان میں مومنؔ وہ واحد قصیدہ نگار ہیں جنھوں نے قصیدہ نگاری کو اس کے صحیح مصرف میں استعمال کیا۔

قصیدہ دورِ سلاطین و امراء کی پیداوار تھا۔ شخصی حکومتوں کے خاتمے

کے بعد اب قصیدے کے لیے فضا سازگار نہیں رہی۔ اس لیے ایک رائج صنف کی حیثیت سے قصیدے کا خاتمہ ہوگیا۔ آج کل مدحیہ جذبات بالعموم نظم میں بیان ہوتے ہیں۔ قصیدے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

کہ لکھا چاہتا ہے اس کی مدح — خلق میں جس کا خلق ہے مشہور
یعنی نواب آصف الدولہ — ہو سلیماں پہنچ کے جس تک مور
ہے نواں بخش ناتواں کا وہ — شاہ اس کا ہے متفق جمہور
لے گیا پیل پیل کو پشّہ — اس کے آگے گیا جو باہم زور
شعلہ پیرا ہو جس دم اس کی تیغ — ہو وے خاکِ سیہ عدم میں فتور
اس کی بُرّش کا وصف کیا میں کروں — سخت اور نرم پر یا ہیں دستور
سخت پر جیسے تار صابن میں — نرم پر جوں ہوا میں بالِ طیور
یا دہیں اس کے باندھے جو کمر — رن میں پھر لیے مظفّر و منصور

(مرزا سودا۔ قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ)

بادشاہ کا نام لیتا ہے خطیب — اب علوِّ پایۂ منبر کھلا
سکّۂ شہ کا ہوا ہے روشناس — اب عیارِ آبروئے زر کھلا
شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ — اب مآلِ سعیٔ اسکندر کھلا
ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے — اب فریبِ طغرل و سنجر کھلا

(غالب۔ قصیدہ در مدح بہادر شاہ ظفر)

Scanned with CamScanner

تجھے وہ جامعِ دنیا و دیں بنا کے یہاں | کہ تجھ سے زیبِ دنیا و دیں کو توقیر
جہاں کو یوں تری صحت سے شاد ہے صحت | صحیح جیسے کہ قرآں ہو مع التفسیر

(ذوق: قصیدہ در تقریبِ غسلِ صحت بہادر شاہ ظفر)

دعائے طولِ عمرِ شہ پہ یا اللہ آمیں کیوں نہ ہو | کہ ذات اس کی نمونہ ہے خدا کی مہربانی کا
رعیت شاد و ملک آباد و آزاد و بہر ظلمت | ادا حق کر دیا اس نے دکن کی حکمرانی کا

(حالی: قصیدہ در تہنیت جشنِ سالگرہ میر محبوب علی خاں نظامِ دکن)

گلِ خوش رنگ رسولِ مدنی عربی | زیبِ دامانِ ابد طرۂ دستارِ ازل
نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر | نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل
اوجِ رفعت کا قمر نخلِ دو عالم کا ثمر | بحرِ وحدت کا گہر چشمۂ کثرت کا کنول

(محسن کاکوروی۔ قصیدہ بہاریہ نعتیہ)

مرثیہ

مرثیہ عربی لفظ "رثا" سے بنا ہے جس کے معنی ہیں مرنیوالے کی تعریف و توصیف۔ گویا مرثیہ ایسی صنفِ شعر ہے جس میں کسی مرنے والے کا ذکر اور اس کی تعریف حسرت اور غم کے انداز میں کی جاتی ہے۔

ظاہری ہیئیت کے اعتبار سے ابتدا میں مرثیے کی کوئی خاص شکل متعین